المالک عطا حسین خان عفی عنہ وعن والدیہ

بند ۵۷

زنداں کی طرف ہند تجمل سے رواں ہے

ورق ۱۴-الف کی عبارت ہے۔

تمت تمام شد خط خام نصف بندہ حقیر سراپا تقصیر محبوب علی و نصف خط دستخط خاص
خان صاحب خداوند نعمت عطا حسین خان دام اقبالہ شروع نمودہ شد از چہار گھڑی
شب گذشتہ و تمام شد بوقت چہار گھڑی شب باقی ماندہ بروز شنبہ بوقت صبح در ماہ
صفر المظفر ۱۲۵۷ھ ہجرت نبوی صلعم

ہر کہ خواند دعا طمع دارم ! زانکہ من بندۂ گنہ گارم تم تم تم تم تم

تمام شد صحو

ای کریمی کہ ار حرار
واللہ کلاہ سر عالم ہوا حر
حلہ ملا معصومہ کا رومال ملا

پھر ترچھے خط میں دو رباعیاں تحریر ہیں۔

۱ سرورق پر تعداد بند ،، لکھ کر کاٹ دی ہے اس کے بعدہ، لکھا ہے لیکن دراصل اس نسخے کے متن و حواشی پر لکھے ہوئے بند اٹھتر ہیں۔

مرثیہ چار پانچ گھنٹے میں دو آدمیوں نے نقل کیا ہے اس لیے خط رواں اور جلدی نقل کرنے کے آثار سے آراستہ ہے۔

مرثیہ:

زنداں کی طرف ہند تجمّل سے رَواں ہے

۱۰۲ بند

قید شام کا حال

ہند کی قید میں آمد

۱ زنداں کی طرف ہندؔ تجمّل سے رواں ہے   پر جو قدم اٹھتا ہے وداعِ دل وجاں ہے
نے صبر ہے نے ہوش ہے نے تاب وتواں ہے   دل وقفِ تردّد ہے، زباں صَرفِ فغاں ہے ۱
یہ نذرِ حَرَم، لختِ جگر لے کے چلی ہے
واں تحفہ کی جا داغِ حسینؑ ابنِ عَلیؑ ہے

۲ گریاںؑ حَشَم شاہ پہ ہیں دیکھنے والے   آگے تو سواری کے بڑھے جاتے تھے نالے
ہے بے خبری گوشۂ دامن کو سنبھالے   اور رختِ بدن پنجۂ ماتم کے حوالے
گہ فرش پہ ہے زلزلہ، گہ عرش بریں پر
آہیں جو فلک پر ہیں تو آنسو ہیں زمیں پر

۳ دل مثلِ خیامؑ بنوی جلتا ہے ہر بار   مانندِ گریبانِ حرم سینہ ہے افگار
اور صورتِ زخمِ شُہَدا چشم ہے خوں بار   بالوں سے پریشانیِ سادات نمودار
زنداں کی طرف آہ مسلسل جو رواں ہے
ہر گام پہ سجّادؑ کی زنجیر عیاں ہے

۴ ہر اشک کے قطرے میں ہے ضم چشمۂ زمزم   اندیشہ مُصاحب ہے، دمِ سرد ہے ہمدم
شب ہے پہ عیاں صبحِ قیامت کا ہے عالم   ہے شام کی کشور میں یہ پہلی شبِ ماتم
کہتی تھی کہ لوٹے ہوئے قیدی وہ کدھر ہیں؟
زنداں سے ندا آتی تھی زہراؑ کی-اِدھر ہیں

۵ دل قرعہ، جگر تختہ، لبِ حال پہ یہ فال　　اللہ مرے، خیر سے ہو فاطمہؑ کا لال
ہر چند امیرانہ ہے سب حشمت و اجلال　　آشفتہ فقیروں کی طرح دل کا ہے احوال
اُغلب ہے اگر قتلِ شہِ دیں کا یقیں ہو
یوں خاک پہ یہ تڑپے کہ پیوندِ زمیں ہو

۶ منّت ہے خواصوں کی کہ چادر کو سنبھالو　　یہ راستہ ہے چہرے کو بالوں میں چھپا لو
وہ کہتی ہے، اب ذکر نہ پردے کا نکالو　　چادر کے عوض خاک مرے بالوں پہ ڈالو
کیوں کر نہ زمانہ اسے ان حالوں سے دیکھے
جو خواب میں زہرا کو کھلے بالوں سے دیکھے

۷ باندھے ہوئے دامن کو کنیزیں کئی ہشیار　　بڑھ بڑھ کے خبر لاتی ہیں زنداں کی ہر اک بار
کہتی ہیں کہ اے بی بی، قیامت کے ہیں آثار　　ہے ہے، موے ہیے موت یہ زنداں کے گرفتار
در بند ہے، دم رکتا ہے، بے ہوش پڑے ہیں
تلواریں نکالے ہوئے درباں کھڑے ہیں

۸ بیرونِ خرابہ کئی سر نیزوں پہ ہیں، آہ　　کوئی ہے ستارہ، کوئی خورشید، کوئی ماہ
روتی ہیں جو بیبیں، تو وہ تھرّاتے ہیں، واللہ　　گھر پھر چلو، تم دیکھو نہ یہ صدمۂ جاں کاہ
جب "ہائے حسینا" کوئی مظلومہ کہے گی
اے توبہ، تمھیں سننے کی کیا تاب رہے گی

۹ پہنچی درِ زنداں کے برابر جو سواری　　تب ہند کے قدموں پہ گریں لونڈیاں ساری
بولیں کہ ردا اوڑھ لو، ہم آپ پہ واری　　کل ہم پہ نہ حاکم کا غضب ہو کہیں طاری
درباں تمھیں دیکھ کے کیا دل میں کہیں گے
ہم چشموں کے بی بی پہ سدا طعنے رہیں گے

۱۰ پہنچی درِ زنداں پہ جو با نالہ و افغاں　　تعظیم سواری کو اٹھے دور سے درباں
کیا دیکھتی ہے ہند کہ پیشِ درِ زنداں　　نیزوں پہ علم ہیں کئی سر خوں میں غلطاں
کہنے لگی: اللہ یہ کیا قدرتِ رب ہے
[illegible]

۱۱ ناگاہ نظر آیا وہاں اک سرِ انور　　دیکھا اسے اور یاد حسینؑ آئے برابر
اک زینہ بلند اور ہو گر عرش کا منبر　　تو خطبۂ اوج اس کا پڑھے قدرتِ داور
سر ہے کہ گلِ تازۂ بستانِ شفاعت
اس سر کی قسم کھاتا ہے سامانِ شفاعت

۱۲ توفیقِ خدا عقل کو کرتی ہے اب آگاہ　　لکھ صفحۂ تقریر پہ تصویرِ سرِ شاہ
دیکھا جو اسے ہند نے کیا شان تھی کیا جاہ　　حشمت پہ تو ہو "واہ" اور اس حال پہ ہو "آہ"
دیکھو سرِ بے تن کی ذرا شوکت و شاں کو
بے شمع کے شعلہ میں دکھاتا ہوں جہاں کو

۱۳ نیزے پہ مکیں ہے سرِ زیبائے امامت　　افتادہ ہے رن میں قدِ بالائے امامت
چہرہ ہے گلِ باغِ تمنّائے امامت　　جلدِ سوم مصحفِ طغرائے امامت
تشبیہ کوئی مصحفِ رخ کے نہیں قابل
بسم اللہ اگر شمس و قمر ہوئیں مقابل

۱۴ نیزے سے نہیں اوجِ سرِ شاہِ دو عالم　　ادنیٰ ہے مقام اس کا سرِ عرشِ معظّم
ہاں نیزے کو بخشا ہے شرف اک قدِ آدم　　اب تختِ سلیماں کا ہے یہ قبلۂ اعظم
تسلیم طلب نیزہ ہے موسیٰؑ کے عصا سے
تعظیم کا مشتاق ہے یہ عرشِ خدا سے

۱۵ بس لائقِ حق مصحفِ عارض کی ثنا ہے　　اپنے لیے "سبحانک لاعلم لنا" ہے
لب آیۂ شیریں "ربنا آتنا حسنا" ہے　　پر تشنہ دہانی بھی عیاں بعدِ فنا ہے
کس حسن سے سوکھے ہوئے ہونٹوں میں زباں ہے
خورشید کنارِ دو مہِ نو میں عیاں ہے

۱۶ تفسیرِ دو عارض ہے حدِ شرح سے افزود　　اک خاک سے آلودہ ہے اک خوں سے آلود
لو رطب بھی یابس بھی ہے قرآں میں موجود　　اک نقطے سے ہے شہرۂ فکن مصحفِ معبود
وہ نقطہ بیاں کے لیے محتاج دہن ہے
یاں نقطۂ گویا دہنِ شاہِ زمن ہے

۱۷ جس خاک پہ خورشیدِ ضیا چہرے کی پائے   تو پنجۂ مژگانِ شعاعی سے اٹھائے
پھر میلِ طلا تارِ شعاعی کو بنائے   اور چشمِ قمر میں وہ سدا سرمہ لگائے
شامل جو نہ ہو روشنی اس قدرتِ رب کی
آفاق میں پھر صبح نہ ہوئے کسی شب کی

۱۸ گر بیچ میں ہوتا نہ جمالِ شہِ ابرار   پڑھتے نہ درود آئینے کو دیکھ کے دیدار
دو آنکھیں ہمیں حق نے جو دیں ہے یہی اسرار   اک لحظہ میں اس رخ کی زیارت کریں دو بار
کیا نام خدا پر تو عارض کی چمک ہے
ہر ذرہ نسب نامۂ خورشیدِ فلک ہے

۱۹ دیکھو تو یہ گیسو ہیں و یا قدرتِ داور   دکھلاتے ہیں کوثر سے جدا موجۂ کوثر
رخ چشمۂ حیواں ہے، یہ ہیں خضر کے رہبر   پر تو اسی کاکل کا ہے جبریل کا شہپر
ہے بخش جو لوں نام یہاں بالِ ہما کا
گیسو نہیں، سایہ ہے چپ و راست خدا کا

۲۰ پر آہ عدو کو نہیں خوفِ اَحَدی ہے   نیزے سے انھیں باندھا ہے کیا بے خردی ہے
کی ہے وہ بدی جس میں عذابِ اَبَدی ہے   لو تارِ شعاعی کو گرہ نیزے سے دی ہے
گیسو کی طرح گرد فدا ہوتی ہے زہراؑ
سلجھاتی ہے ان زلفوں کو اور روتی ہے زہراؑ

۲۱ کہتی ہے حسینا مجھے آواز سنا دو   ٹوٹا ہو کوئی تار جو زلفوں کا بتا دو
بال اپنے تہِ عرش میں کھولوں جو رضا دو   آتی ہے ندا سر سے کہ امت کو دعا دو
کب زلف کے بندھنے سے برائی پہ نگہ جائے
امت کی شفاعت کا نہ عقدہ کوئی رہ جائے

۲۲ کیا قبلۂ ابرو کا شرف پلکوں سے ہے، واہ   رُو سب کا سوئے قبلہ ہے، قبلہ سوئے اللہ
دیکھا ہے ہلالِ خمِ ابرو کا کہیں جاہ؟   ہے شرم سے ہالے کے گریباں میں رخِ ماہ
قرباں میں نقاشیِ ربِّ دو جہاں پر
[illegible]

۲۳ مضمونِ مژہ کے لیے تازہ یہ قبا ہے   یہ بندِ قبائے جگرِ لطفِ خدا ہے
لیکن یہ مژہ ہے جو سیہ پوش تو کیا ہے   نورِ نظرِ شاہِ شہیداں کی عزا ہے
ہیں اشک فشاں آنکھیں غمِ نورِ نظر میں
پیراہنِ آبی ہے ہر اک بحر کے بر میں

۲۴ مدحِ الف بینیِ زیبا سے ہے دل شاد   توحیدِ جنابِ اَحَدی بندوں نے کی یاد
جو ایک الف کا وہی اک خالقِ ایجاد   ہر قلّت و کثرت میں یہ اک داخلِ امداد
کونین کی بنیاد میں یہ ایک الف ہے
کل ابجدِ ایجاد میں یہ ایک الف ہے

۲۵ خط حاشیۂ مصحفِ شاہِ دوسرا ہے   گو نقش اسی کے ورا نقشِ دلِ خیر وری ہے
قرآں پہ ہاتھ اپنا یہ قدرت نے دھرا ہے   کھاتی ہے قسم حسنِ ازل سے یہ بھرا ہے
عارض پہ دلیلِ شرف اس خط کی قوی ہے
ہم پہلوئے قرآں یہ حدیثِ نبوی ہے

۲۶ ہے یہ خطِ زیبا کہ امامت کا جریدہ   یہ نسخۂ درماں ہے پئے درد رسیدہ
عارض کی تجلی سے یہ مضموں ہے چیدہ   لو طور کی آتش پہ ہوا سبزہ دمیدہ
خوشبو وہ ہے جس سے کہ خجل مشکِ خُطا ہے
یہ خطِ شفاعت پئے اربابِ خطا ہے

۲۷ حسنِ دُرِ دنداں کی میں تعریف کروں کیا   ہے نقطۂ تنگِ چشمِ صدف میں دُرِ یکتا
اصل ان کی حضور ایک گہر کی نہیں اصلا   ہاں ترجمہ ہر دانۂ لُؤلُؤ کا ہے لالا
حسنِ لب و دنداں پہ عطارد نگراں ہے
یہ دُرج میں تسبیح دُرِ کاہکشاں ہے

۲۸ وصفِ لب و دنداں میں سخن سنج ہوں کیا ہم   تولیں جو وقاران کا تو ساماں نہیں باہم
میزان تو ہو برگِ گل اور سنگ ہو شبنم   پر اس میں بھی عصیاں کا خیال آتا ہے پیہم
شبنم ہو تو ہو قدرتِ ربِّ اَزَلی کی
میزاں ہو تو برگِ گلِ اعجازِ علیؑ کی

۲۹ یہ لب ہیں کہ دو مصرعِ دیوانِ قدرؑ ہیں　　قرآن خموشی کے و یا زیر و زبر ہیں
دونوں کے اشارے یہ سوئے اہلِ نظر ہیں　　دو لال ہیں زہرا کے یس اور دو ہی گہر ہیں
مژدہ جو دمِ نزع پکارے بشرِ دیں کو
بخشیں دمِ عیسیٰؑ یہ دمِ باز پسیں کو

۳۰ ہے قابلِ کوثر صفتِ چاہِ زنخداںؑ!!　　پانی ہوا خجلت سے یہاں چشمۂ حیواں
گنجائش یوسفؑ ہے کب اس چاہ میں پنہاں　　سرتابقدم روح ہے یوسفِؑ کنعاں
اس چاہ کی ہے چاہ دلِ خیرِ بشرؐ میں
اس چاہ سے جو نکلا گرا قعرِ سقر میں

۳۱ اب مدحتِ گردنؑ میں خمیدہ ہے سراسر　　اک نصف بہم سر سے ہے اک نصف بدن پر
قد شمعِ حرم، شعلہ ہے یہ گردنِ انور　　لو قدرتِ حق شعلہ ہے، دو حصّے برابر
گردن ہے و یا مطلعِ انوار و ضیا ہے
ہے نور کا مطلع مگر اب قطع ہوا ہے

۳۲ اک گردنِ انور جو قلم ہو گئی ہے دو جا　　کچھ نقص نہیں عینِ کمال اب بھی ہے پیدا
اب ذکرِ الٰہی کو دہن دو ہوئے گویا　　ہر اک ہے عبادت کی تمامی میں مہیّا
اُس نصف نے بالکل شرفِ سجدہ لیے ہیں
اِس نصف نے قرآن کئی ختم کیے ہیں

۳۳ اس شان سے جو ہند نے سرِ شاہؑ کا دیکھا　　بے ساختہ گھبرا کے کہا "ہائے حسینا"
چلائیں کنیزیں: تمھیں کچھ خبر ہے، یہ کیا؟　　لو آگے بڑھو بی بی، یہ سر پیٹنا کیسا؟
کیا یہ پسرِ احمدِؐ مختار کا سر ہے؟
یہ تو ترے شوہر کے گنہ گار کا سر ہے۔

۳۴ مصروف ہے بخشش میں سرِ شاہِؑ خوش انجام　　شب نور کی تقسیم سے ہے صبح کے ہم نام
کھولے ہوئے دامن کو زمیں طالبِ انعام　　بھرتا ہے فقیرِ فلک اک چلّو سے نو جام
حاضر مع اطفال کواکب ہے قمر بھی
شب لے چکی جو لینا تھا آتی ہے سحر بھی

۳۵ ایسا تو زمانے میں غضب ہو گا بھلا کیا　　اُمّت نے گلا کاٹا ہو فرزندِ نبیؐ کا
وہ بولی: کہ باور تو مجھے بھی نہیں، اِلّا　　شبیرؑ کے نقشے سے بہت ملتا ہے نقشا
ہستی میں یہ آوارہ وطن ہوئے گا کیسا
سر کی تو یہ حشمت ہے، بدن ہوئے گا کیسا

۳۶ ناگاہ یہ اک لونڈی نے آواز دی، رو رو　　اے بی بی! یہ سر چھوٹے سے بچے کا تو دیکھو
ہے ہے نہ پھرا ہو گا ابھی گھٹنیوں یہ تو　　جھولے ہی میں سر کاٹ کے لے آئے ہیں بد خو
بچوں کی طرح دودھ اُگل کر جو مُوا ہے
سو، باچھوں سے بہہ بہہ کے گلے پر وہ جما ہے

۳۷ کوئی سرِ اکبرؑ پہ نظر کر کے پکاری　　بی بی! یہ پیمبرؐ تو نہیں، میں ترے واری
ہم شکلِ نبیؐ کہتی ہے خلقت اسے ساری　　آگے تو مدینے میں سکونت تھی تمہاری
پہچانو تو ہم شکلِ نبیؐ ہے کہ نبی ہے
یہ اور کوئی ہے کہ رسولِ عربیؐ ہے

۳۸ اک کہتی ہوئی آئی کہ یہ حادثہ کیا ہے!　　اک سر پہ میں قربان گئی سہرا بندھا ہے
قسمت نہ الٹ جائے، تصدّق کرنے کی جا ہے　　یہ آرسی مصحف کی گھڑی قتل ہوا ہے
اغلب ہے کہ مُردے کو ملا ہو نہ کفن بھی
ہوئے گی انھیں قیدیوں میں اس کی دُلھن بھی

۳۹ کیں ہند نے بند آنکھیں کر یا انہیں اصلا　　اور حکم دیا: ہاں، درِ زنداں کو کر دو وا
درباں پکارے کہ ہے انکار ہمیں کیا　　پر آپ کی تکلیف کا ہے دھیان سراپا
کل دیکھیو بُلوا کے محل میں انھیں دن کو
ہم باندھ کے اک رسّی میں لے آئیں گے ان کو

۴۰ زنداں میں قدم رنجہ کریں آپ نہ زنہار　　حاضر درِ دولت ہی پہ کل ہوں گے گنہ گار
در کھولنے میں ہیبتِ حاکم سے ہے انکار　　ایسا نہ ہو، کم ان میں سے ہو کوئی گرفتار
جب فوج نے خلعت لیے ہیں ملک لیے ہیں
تب اتنے اسیر اور یہ سر لا کے دیئے ہیں

۴۱ تب ہند نے آخر یہ کیا اُن سے بہانا — اِس فتح کے ہونے کے لیے میں نے ہے مانا
خود جا کے اسیروں کو کھلاؤں گی میں کھانا — وہ بولے کہ حاشا، نہ کھلانا نہ کھلانا

ہم شمر سے پوچھ آئیں، ذرا آپ ٹھہر جائیں
حاکم کو ہے منظور کہ یہ فاقوں سے مر جائیں

۴۲ اس نے کہا: اللہ یہ ایسے ہیں گنہ گار! — القصہ کہ آئی درِ زنداں پہ وہ ناچار
دستک کفِ افسوس و کلید آہِ شرر بار — دربانوں نے دروازہ کُشادہ کیا اک بار

واں ہند کا دروازے کے باہر ہی قدم تھا
یاں فاطمہؑ کی بیٹیوں کے دم میں نہ دم تھا

۴۳ عابدؑ سے یہ فرمانے لگی دخترِ زہراؑ — لو ہند تو آ پہنچی، میں اب کیا کروں بیٹا؟
ذلت کا تو ہے سامنا اور موت میں عرصا — بے رحموں کے قابو میں ہیں کچھ بس نہیں اپنا

مانگو یہ دعا نائبِ شاہِ دو جہاں ہو
واں داخلہ ہو ہند کا یاں روح رواں ہو

۴۴ اے کاش زمیں شق ہو بدن میرا سما جائے — زینبؑ پہ کسی اور کی آئی ہوئی آ جائے
اب تک تو میں غم کھاتی تھی اب غم مجھے کھا جائے — بھائی کہاں چادر جو مرے سر پہ اُڑھا جائے

اِفراط ہے اب ذلتِ جاں کاہ کی مجھ پر
کیوں بجلی نہیں گرتی مری آہ کی مجھ پر

۴۵ آنکھوں کے تلے پھرتی ہے وہ شمر کی تلوار — گردن پہ نہیں پھرتی کہ ہو فیصلۂ کار
برچھی دلِ اکبر کی بھی یاد آتی ہے ہر بار — ہوتی نہیں پر حیف کلیجے سے کبھی پار

ذلت ہے، حقارت ہے، اسیری ہے جفا ہے
جو بھائی کو کھو کر جیے اس کی یہ سزا ہے

۴۶ جب ہند کی آمد ہوئی زندانِ ستم میں — مطلع بیبیوں کو غم تازہ ہوا پیاروں کے غم میں
زینبؑ نے کہا یا دِ شہنشاہِ اُمم میں — جلد آؤ، نہیں مرتی ہے بھینا کوئی دم میں

وارث کوئی جز ذاتِ خدا سر پہ نہیں ہے
[illegible] سر پہ نہیں ہے

۴۷ یہ کہتی تھی اور روتی تھی بنتِ شہِ مرداں — واں لونڈیوں سے ہند کی کہنے لگے درباں
لو جا کے اسیروں کی تلاشی کسی عنواں — ہو کارد و شمشیر کسی پاس نہ پنہاں

جو مرد ہو باہر اسے زنداں سے نکالو
بچوں کو بھی گودی سے اسیروں کی اٹھا لو

۴۸ داخل ہوئیں زنداں میں کنیزیں تو یہ دیکھا — اک صاحبِ آزار ہے بن پانی تڑپتا
اور لپٹا ہوا روتا ہے اک ننھا سا بچا — کہتا ہے کہ ہے ہے مرے بابا مرے بابا

بیمار سے بولا بھی نہیں جاتا عطش میں
پر ہونٹوں سے "پانی" کی صدا آتی ہے غش میں

۴۹ پھر بڑھ کے کیے سب نے اسیروں کے نظارے — دیکھا کہ ہیں سر بیڑیوں پر شرم کے مارے
بولیں کہ سنو صاحبو! کہتے ہیں پکارے — "ہو کارد و خنجر نہ کوئی پاس تمہارے

گر ہند کے رونے کو خلل ہوئے گا لوگو
تو ذبح یہ سب قافلہ کل ہوئے گا لوگو

۵۰ طیش آ گیا فضہ کو پکاری یہ لرز کر — کچھ خیر ہے، ہم پاس کہاں کارد و خنجر؟
ہاں وارثوں کے حصے میں آئی یہ مقدر — پاس اپنے فقط طوق و سلاسل کا ہے زیور

ہوتی جو چھری پھیرتے ہم حلق پر اپنے
اشراف ہیں دکھلاتے رہیں ننگے سر اپنے

۵۱ آواز سے فضہ کی گیا ہند کا آرام! — اغلب تھا کہ ہو داخلِ زنداں وہ خوش انجام
پر دوڑ کے جلدی سے کنیزوں نے لیا تھام — اور بولیں کہ مردانہ ہے، جانے کا نہیں کام

نامحرموں میں تم کو جو سُن پائے گا حاکم!
کل صبح ہمیں دار پہ کھچوائے گا حاکم

۵۲ دروازے کے نزدیک ہے اک شخص کا بستر — بستر کہاں لیٹا ہوا ہے خاک کے اوپر
دو طوق ہیں، دو بیڑیاں اور اک تنِ لاغر — ننھا سا پسر رو رہا ہے اُس سے لپٹ کر

کیا اس کو کہیں حس کو نہ کچھ اپنی خبر ہو
بے اس کے اُٹھے آپ کا کس طرح گذر ہو

۵۳ دربان پکارے: اُسے ہم کو تو بتاؤ   کیا معنی، اگر غش میں ہے تو کھینچ کے لاؤ
اک کہنے لگا، شمر کو اس وقت بلاؤ   بیروں کا تڑپنا زنِ حاکم کو دکھاؤ
آئے گا اگر شمر تو ڈر جائے گا بیمار
باہر ابھی زنداں سے چلا آئے گا بیمار

۵۴ اِس مشورے کا آہ ہوا جب کہ قرینہ   یکبار دھڑکنے لگا سب بیروں کا سینہ
مقتل میں ہلا لاشۂ سلطانِ مدینہ   اور دوڑ کے عابدؑ کے گلے لپٹی سکینہ
کہتی تھی کہ ماں بہنیں کہاں اور کہاں ہیں!
اب تو مرے بھائی جہاں جاویں گے وہاں ہیں

۵۵ کہتی تھی کبھی لونڈیوں سے ہند کی رو رو   تم کو بھی ترس ہم پہ نہیں آتا ہے لوگو!
طاقت ہے کسے چلنے کی لے جاؤ گی کس کو؟   بھیا کے مرے سوجے ہوئے پاؤں تو دیکھو
لوٹو نہ ہمیں پہلے عدو لوٹ چکے ہیں
مقتل میں بھی دو بھائی مرے چھوٹ چکے ہیں

۵۶ کیوں شمر کو بلواتی ہو، کاہے کو بلاؤ   مطلب ہے ستانے سے تمھیں، ہم کو ستاؤ
وہ دُرّے لگائے گا تمھیں دُرّے لگاؤ   پر حاضر و ناظر ہے خدا، بھول نہ جاؤ
کس طرح گوارا نہ کریں ظلم و ستم کو
کیا جیتے ہیں بابا جو بچا لیویں گے ہم کو

۵۷ ہے کس کی حمایت جو کریں دکھ سے کنارا   کس نے نہیں گھر کا ہمیں، کس نے نہیں مارا
ہم سنتے تھے، آیا تمھیں کچھ دھیان ہمارا   ہے رحم تو یہ ظلم غضب ہو گا تمھارا
گر مجھ کو طمانچہ کوئی ہیہات لگے گا
کیوں دیکھنے والو، تمھیں کیا بات لگے گا

۵۸ گہ عابدِ بے کس کی وہ زنجیر ہلاتی!   تلوے کبھی سہلاتی، یہ بھائی کو سناتی
بھیا اُٹھو، دھڑکے سے ہے بہنا مری جاتی   حاکم کے محل کی ہیں یہاں بیبیاں آتی
ہیں طوق سنبھالے ہوئے ہوں اُٹھو سنبھل کر
باہر ہی کہیں لیٹ رہو خاک پہ چل کر

۵۹ حاکم کے مکانوں پہ ہے کیا زور تمھارا   وہ سب کو نکلوا دے تو ہے کس کا اجارا
آلا ہے ابھی پشت کا ہر زخم تمھارا   ہے قہر جو اب شمرِ لعیں نے تمھیں مارا
پھر اتنی بھی توقیر نہ ہیہات رہے گی
جب شمر اٹھا دے گا تو کیا بات رہے گی

۶۰ اُس دم سرِ زنجیر کو میں ہاتھ میں لوں گی   اور طوق اٹھائے ہوئے کاندھے پہ چلوں گی
شمر آئے گا تو آتشِ فرقت میں جلوں گی   تم ہو گے کہیں اور کہیں میں ہاتھ ملوں گی
جب غیر تمھیں گھُر کے گا گھبرا کے اٹھو گے
تھرّا کے گرو گے کبھی تھرّا کے اٹھو گے

۶۱ اٹھنے لگے عابدؑ سرِ زنجیر پکڑ کے   اور غش ہوئے پھر بازوئے ہمشیر پکڑ کے
رونے لگے دل صاحبِ تطہیر پکڑ کے   دربان بڑھے غصّے سے شمشیر پکڑ کے
اٹھ کر کہا عابدؑ نے شفا ہوئے جو مر جاؤں
جلدی کہو بھینا میں کہاں بیٹھوں، کدھر جاؤں

۶۲ اک گام اٹھایا تھا کہ پھر غش ہوا طاری   تب جوڑ کے ہاتھ اپنے سکینہ یہ پکاری
لوگو! جو بھیا کو اُٹھایا کوئی باری   تقصیر نہ اُن کی ہے نہ تقصیر ہماری
مختار ہو جو چاہو وہ تعزیر دو ان کو
اب ایسا غش آیا ہے کہ ہوش آئے گا دن کو

۶۳ چلّا کے کہا ہند نے ہاں ہے ہے نہ ستاؤ   اب نام نہ لو شمر کا، بس بس نہ ڈراؤ
دربانو! اسیروں کو نہ تلواریں دکھاؤ   میرے لیے بیمار کو تپ میں نہ ستاؤ
آنکھیں نہیں کھلتیں، یہ بھلا دیکھے گا مجھ کو؟
ہے ماں بہن اس کی بھی یہ، کیا دیکھے گا مجھ کو!

۶۴ دروازے میں داخل ہوئی وہ عاشقِ مولا   زنداں کے اک درجے میں سب رانڈوں کو دیکھا
اک ہاتھ میں کبریٰ کے بندھا کنگنا تو پوچھا   کیا تخت کی شب کو تجھے تقدیر نے لوٹا؟
سہرا بندھا نیزے پہ جو سر خون میں تر ہے
تو اس کی دُلھن ہے، وہ ترے دولھا کا سر ہے!

۶۵ قسمت نے رنڈاپے کا نشاں تجھ کو دکھایا   دولہا کو ترے نیزے پہ پروان چڑھایا
سر تو ہے یہاں، بولو، کفن لاشے نے پایا؟   کیا لٹ کے ترے بیاہ میں یہ قافلہ آیا؟
وہ بال جھنڈولے ہیں پڑے کانوں پہ جس کے
سر چھوٹی سی برچھی پہ ہے فرزند کا کس کے؟

۶۶ سن کر یہ بیان بانو نے مضطر ہوئی مضطر   اغلب تھا کہ رو کر کہے "ہے ہے علیؑ اصغر"
پر رہ گئی ہاتھوں سے کلیجے کو پکڑ کر   حیران ہوئی ہند کہ اب کیا کروں، داور!
سب کے لبِ اظہار پہ ہے مُہر حیا کی
صورت تو امیروں کی ہے حالت فُقَرا کی

۶۷ ہر طرح کی حشمت مجھے بخشی ہے خدا نے   زنداں میں بھی حاکم نہ مجھے دینا تھا آنے
پر حق کے سوا کون مرے درد کو جانے   مارا ہے مجھے "ہائے حسینا" کی صدا نے
صدمہ درِ زنداں پہ بھی تقدیر سے پایا
اک سر کو مشابہ سرِ شبیر سے پایا

۶۸ جس وقت سے اس خون بھرے سر کو ہے دیکھا   دل کہتا ہے، سر پیٹ کے چل جانبِ صحرا
شبیرؑ کی جانب سے تردّد نہیں بے جا   تم نام وہی لیتی ہو، سر کا وہی نقشا
بے قدر کیا عشقِ حسینؑ ابنِ علیؑ نے
میں آئی یہاں اور نہ کی بات کسی نے

۶۹ تب دل میں یہ فرمانے لگی زینبِ ناچار   بن بولے ترے بات نہیں بننے کی زنہار
چھوڑائے ہوئے سر کو، یہ کی ہند سے گفتار   گر تم ہو غنی، ہم بھی سدا کے نہیں نادار
اب لٹ گئے ہیں آگے محل بھی تھا، حشم بھی
آفاق میں تھے وارث و والی کبھی ہم بھی

۷۰ بی بی ہمیں کچھ خَلق سمجھیو نہ خدارا   اک دن تھا کہ مجرائی جہاں اپنا تھا سارا
لیتا نہیں یاں کوئی سلام آج ہمارا   سو ترکِ سخن ہم نے کیا سب سے گوارا
گر اہلِ دُوَل دولت و اموال میں خوش ہیں
ہم خاک نشیں اپنے پھٹے حال میں خوش ہیں

۷۱ یہ دربدری کا کئی دن سے ہے قرینہ   عقبیٰ میں مکاں خلد ہے، دنیا میں مدینہ
ہم صاحبِ ایماں ہیں، کسی سے نہیں کینہ   حاکم نے ترے بھر دیا اندوہ سے سینہ
بچوں پہ یتیمی ہے تو رانڈوں پہ جفا ہے
جو وقت پیمبر پہ تھا سو وہ ہم پہ پڑا ہے

۷۲ پاس آ کے کہا ہند نے: گردن تو اٹھاؤ   کیا کہتی ہو، پھر تو مجھے آواز سناؤ
بکھرے ہوئے بالوں کو تو چہرے سے ہٹاؤ   قربان ہو لونڈی، نہ گنہ گار بناؤ
حاکم سے ابھی جا کے رہائی کی قسم لوں
زینبؑ ہو تو کہہ دو، میں بلائیں لوں، قدم لوں

۷۳ آواز تو زینبؑ کی سی ہے آپ کی، واللہ   زینبؑ نے کہا: توبہ کر، اے ہندِ حق آگاہ
ہے ہے کہاں زینبؑ، کہاں میں پیاروں موئی آہ   آ ہوش میں، کس سے تو ملاتی ہے، کسے، واہ
شاید تو بہت حضرتِ زینبؑ پہ فدا ہے
ہر لفظ اُنھیں کی ترے کانوں میں صدا ہے

۷۴ زینبؑ مجھے کہتی ہے، دُہائی ہے، دُہائی   زنداں میں، اور حیدرِؑ کرار کی جائی؟
زینبؑ کی کبھی لونڈی بھی ہے قید میں آئی   تو اُن کی محبّ ہو کے سخن لب پہ یہ لائی؟
کرتے ہیں مدد سب کی علیؑ رنج و محن میں
سو بازوئے زینب وہ بندھے رکھتے رسن میں؟

۷۵ شبیر کے سر کٹنے کا آیا تجھے باور؟   معصوم، گناہوں سے بری، سبطِ پیمبرؐ
زینب کی اسیری کا یقیں ہو گیا کیوں کر؟   سرتاجِ خواتینِ عرب، دخترِ حیدرؑ؟
دردا، رسن اور زینبِ ناچار کے شانے
یوں بندھتے ہیں دنیا میں گنہ گار کے شانے؟

۷۶ شبیر کی تو عاشق و شیدا ہے جو خواہر   پھرتا ہے تری آنکھ تلے نقشۂ سرور
یہ تو مرے بھائی کا ہے سر نوکِ سناں پر   تو اس کو سمجھتی ہے سرِ سبطِ پیمبرؐ
اس رفعِ تردّد کے بھی سامان بہت ہیں
اک شکل کے اک نام کے انسان بہت ہیں

۷۷ اس نے کہا: وہ کیسے کہ ہو دل کو تسلّی   اک نام کے ہوتے ہیں بشر، یہ تو ہیں سمجھی
پر، فاطمہ زہراؑ کا حسینؑ ایک ہے بی بی   زینبؑ بھی ہے کُل ایک محمدؐ کی نواسی
مانا ہے، سنوں خیر جو شاہِ دوسراؐ کی
ٹھنڈک ابھی میں جا کے کروں خیرِ نسا کی

۷۸ زینبؑ تو بھلا تم نہیں، آخر کو ہے کیا نام   مطلب سے ہے مطلب مجھے، اس قصّے سے کیا کام!
اب اہلِ مدینہ کی خبر دو کہ ہو آرام   کچھ ان کا کہو حال، سنو کچھ مرا پیغام
فرما چکی ہو تم کہ مدینے میں مکاں ہے
سرسبز تو گلزارِ رسولِ دو جہاں ہے؟

۷۹ فرمایئے صحت سے تو ہیں سیّدِ ابرار؟   عبّاسؑ تو ہیں خیر سے، اے بیکس و ناچار؟
شبّیرؑ کا تو ہو گا اور اب ان پہ سوا پیار؟   بیٹا کیا تھا رو بروئے حیدرِؑ کرّار
سنتی ہوں کہ بھائی کے علم دار ہوئے ہیں
اب نامِ خدا جعفرِ طیّار ہوئے ہیں

۸۰ یاد آیا مجھے خوب، کہو بانو ہے کیوں کر؟   اقبال کی ان کے میں قسم کھاتی ہوں اکثر
شوہر تو ہے شبّیرؑ سا، بیٹا علیؑ اکبر   یہ سبطِ پیمبرؐ ہے وہ ہم شکلِ پیمبرؐ
خود بیاہ ہنسے کو روح گئی خیرِ نسا کی
کبرائیؑ سے کہلائی بہو شیرِ خدا کی

۸۱ اللہ زیادہ کرے، اب ان کے ہیں کے لال؟   حُسنِ علیؑ اکبر کا بہت شُہرہ ہے فی الحال
بن بیاہا ہے، یا بیاہا گیا ہے وہ خوش اقبال   اٹھارواں ہے سال کہ انیسواں ہے سال
مشتاق ہوں ہم شکلِ رسولؐ عربی کی
اللہ رکھے اس کو زیارت ہے نبیؐ کی

۸۲ عابدؑ جو بڑا بیٹا ہے ماں باپ کا محبوب   سو فاطمہؑ بنتِ حسنؑ سے ہے وہ منسوب
اب شادیِ اکبر ہے کہاں بانو کو مطلوب   یہ تو ہے بہت خوب، دولھن بھی ملی پر خوب
ہم شکلِ پیمبرؐ کا شرف سب سے جدا ہے
شبّیرؑ کا محبوب تو محبوبِ خدا ہے

۸۳ بیمار تھی سابق میں اب اچھی ہوئی صغرا   کیوں بی بی سکینہ ہے کوئی دخترِ مولا؟
سینے پہ سلاتے ہیں حسینؑ اس کو ہمیشا   شبّیرؑ بھی، عبّاسؑ بھی، سب اس کے ہیں شیدا
لپٹی ہوئی رہتی ہے سدا شہ کے جگر سے
اللہ رکھے اس کو چھڑائے نہ پدر سے

۸۴ ہاں، شادیِ کبریٰ کا تو اے بی بی بیاں کر   اس بیاہ کا پُر داغ حسنؑ لے گئے دل پر
سینے سے تو کٹ کٹ کے جگر آتا تھا باہر   اور نامزدِ قاسم اُسے کہتے تھے شبّرؑ
کبریٰ بھی سلامت رہے اور ابنِ حسنؑ بھی
دنیا میں پھلے پھولے یہ دولھا بھی دولھن بھی

۸۵ لو بھیجو درود! اب مجھے زینبؑ کی خبر دو   سچ ہے مری بی بی کے پسر چاند سے ہیں دو
زینب سے کہا کرتے ہیں اکثر شہِ خوش خو   بہنا، یہ مرے بیٹے ہیں میں بیاہوں گا ان کو
کڑھنے کی کسی کے نہ کوئی بات ہو زینبؑ
ہو بیاہ بھی ان دونوں کا تو ساتھ ہو زینبؑ

۸۶ جب نام یہ ہند نے تفصیل سے سارے   سب قیدیوں کے سامنے پھرنے لگے پیارے
اور سینے میں دم رکنے لگا ضبط کے مارے   اک بار سب، اللہ کو، رو رو کے پکارے
غش کی کہیں شدّت تھی، کہیں ہچکی بندھی تھی
سر بیڑی پہ رکھے کوئی دم توڑ رہی تھی

۸۷ زینبؑ سے کہا ہند نے: بی بی یہ ہوا کیا؟   میں آپ ہی کو جانتی تھی دخترِ زہراؑ
زہرا کی قرابت کی تو بو سب میں ہے پیدا   وہ بولی کہ بیووں کے تڑپنے پہ نہ تو جا
زہراؑ کا جو کنبہ ابھی پوچھا گیا بی بی
آباد گھر اپنا انھیں یاد آ گیا بی بی!

۸۸ ہم ہیں وہی قیدی، وہی بے کس وہی نادار   زہراؑ کی قرابت کے لیے رتبہ ہے درکار
وہ کہنے لگی، ہائے غضب، اب بھی ہے انکار   اچھا نہ بتاؤ مجھے، ہو جاتا ہے اظہار
وہ سر جو مشابہ ہے حسینؑ ابنِ علیؑ سے
اب جا کے یہ احوال میں پوچھوں گی اسی سے

٨٩ یہ کہہ کے چلی سر کی طرف کرتی وہ زاری　　زینبؑ بھی تڑپ کر سوئے دروازہ پکاری
اے سر، مرے بھائی کے! یہ بھیا ترے واری　　اب شمر ترے ہاتھ ہے زنداں میں ہماری
زینبؑ کو نہ خواہر، نہ عزیز اپنی بتانا
میں واری، بتانا تو کنیز اپنی بتانا

٩٠ نیزے کے تلے ہند یہ سر سے ہوئی گویا　　اے قافلہ سالارِ شہیداں! مرا مجرا
تابوت علیؑ سے گرے تھے آن کے اپنا　　برحق تو اگر حیدرِؑ صفدر کا ہے بیٹا
تو سوکھے ہوئے ہونٹوں کے اعجاز دکھادے
زینبؑ کو بتادے، مجھے زینبؑ کو بتادے

٩١ بولا سرِ شبیرؑ، تأمل تجھے کیا ہے　　حیدرؑ کا میں بیٹا ہوں گواہ اس پہ خدا ہے
زینبؑ کو اگر پوچھتی ہے، تو یہ پتا ہے　　بھائی کا لہو بھینا کے ماتھے پہ لگا ہے
رو رو کے لہو ماتھے سے دھلوا دے ہمارا
جا، فاطمہؑ کی بیٹی کو پرسا دے ہمارا

٩٢ پر دیکھ، خبردار، امیری نہ جتانا　　پھر مجھ سے بھی وہ روٹھے گی، مشکل ہے منانا
اللہ، غضب ہوگا جو بے قدر اسے جانا　　مر جائے گی غیرت سے ردا بھی نہ اٹھانا
شرمائے جو وہ ملنے میں، تجھ خستہ جگر سے
کہہ دیجیو پوچھ آئی ہوں شبیرؑ کے سر سے

٩٣ سن کر یہ ندا سر کی، پھری پیٹتی سر کو　　اور آتے ہی زینبؑ کے قدم پر گری رو رو
باہر سے پکارا یہ سرِ سیدِ خوش خو　　زینبؑ! مری غم خوار کو چھاتی سے لگا لو
تم دو اسے پرسا، تمھیں پرسا دے یہ رو کر
کم کرتی ہو اخلاق، بنیؐ فاطمہؑ ہو کر

٩٤ زینبؑ اٹھی ملنے کے لیے اور ہوئی گویا　　لوگو، کرو تعظیم اسے حضرت نے ہے بھیجا
سر پیٹ کے وہ بولی کہ تعظیم مری کیا　　ہے ہے مری سیدانی، سنا حال تو اپنا
زینبؑ نے کہا: پیارے قضا کر گئے بی بی!
سب لٹ گئے، سب چھٹ گئے، سب مر گئے بی بی!

٩٥ پھر انگلی سے بتلانے لگی سب کو وہ دکھیا　　یہ بانوؑ ہے بی بی، یہ سکینہؑ ہے یہ کبریٰ
ناگاہ وہاں ہند نے اک بی بی کو دیکھا　　زخمی ہے جبیں، خوں سے آلودہ ہے چہرا
کہتی ہے کوئی شمر سے، کہتا نہیں جا کے
بھائی کی طرح ذبح کرے مجھ کو بھی آ کے

٩٦ عقیلہؑ کہا ہند نے: یہ بی بی ہے کلثومؑ　　کلثومؑ کے صدقے ہوئی وہ عاشقِ قیومؑ
پوچھا جو لہو زخم کا، تڑپا دلِ مغموم　　دو ٹکڑے نبی زادی کا ماتھا ہوا معلوم
چلائی کہ سیدانی پہ ہے ہے یہ جفا کی
اس امتِ بے رحم پہ لعنت ہے خدا کی

٩٧ وہ بولی کہ تہمت نہ کرامت پہ خدارا　　کاذب نہیں کلثومؑ جو ہو کذب گوارا
جب لوٹ میں مقنع تھا مرے سر سے اتارا　　تب شمر نے نیزہ تھا مری پشت پہ مارا
بہتان نہ میں لوں گی مجھے خوفِ خدا ہے
ماتھا مرا زخمی نہیں امت نے کیا ہے

٩٨ ہم کو درِ ساعات میں جب لائے ستم گر　　میں دیکھ رہی تھی سرِ فرزندِ پیمبرؐ
تھا "مُرّہ" کے نیزے کے برابر سرِ اکبر　　فرزند کے رخ پر نگراں تھا سرِ انور
لے جاتا تھا ظالم جدھر اس پیارے کے سر کو
سر بھائی کا پھر جاتا تھا نیزے پہ ادھر کو

٩٩ ان پتلیوں کا پھرنا مجھے یاد ہے واللہ　　پر حیف، ہوا "مُرّہ" جو اس بات سے آگاہ
لے کر سرِ اکبر کو گیا دور وہ گمراہ　　نیزے پہ تڑپ کر سرِ شبیرؑ نے کی آہ
آواز دی اکبر کو کہ جاتے ہو کدھر کو
مڑ مڑ کے لگا دیکھنے وہ سر بھی ادھر کو

١٠٠ دیکھا جو یہ غربت سے سرِ شہ نے مکرر　　یعنی کہو ظالم سے، نہ لے جا سرِ اکبر
سر نے یہ اشارا جو کیا ہو گیا محشر　　سر ننگے نظر آ گئے رانڈوں کو پیمبرؐ
مجھ سے نہ سنبھالا گیا اس دم جگر اپنا
سر پیٹ کے دے ٹپکا کجاوے پہ سر اپنا

۱۰۱ اُس ضرب سے ماتھا مرا دو ٹکڑے ہوا ہے　　ان صدموں سے ہے ہے میں نہیں مرتی، یہ کیا ہے
آوازِ بتولؑ آئی کہ یہ صبر کی جا ہے　　شبیرؑ کے رونے کو تمہیں حق نے کہا ہے
دل سے ستم لشکرِ بے داد بھلا دو
شبیرؑ کو رویا کرو، امت کو دعا دو

۱۰۲ شاکر ہو دبیر آلِ نبیؐ کی ہے یہ تائیدؑ　　تازہ ہے تمامی یہ سخن، تازہ ہے تمہید
دزدانِ مضامین پہ نہ کر منع کی تاکید　　تو مجتہدِ نظم ہے فرض ان پہ ہے تقلید
گل چین ہے تو گلشنِ الہامِ خدا کا
مضموں سے نہ مضموں ہو تو گرا اُردو شعرا کا

رُباعی مرزا سلامت علی دبیر

بزمِ شہِ والا میں فقیر آیا ہے　　دربارِ جلیل میں حقیر آیا ہے
امداد، امداد یا ابا عبداللہ　　تحصیلِ سعادت کو دبیر آیا ہے

رُباعی دیگر دبیر

اعدا کو حرام کا ادھر مال ملا　　حر کو اسداللہ کا اِدھر لال ملا
واللہ کلاہِ سرِ عالم ہوا حُر　　حُلّہ ملا، معصومہ کا رومال ملا

صفر المظفر ۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء

تحقیقِ متن

- قلمی مرثیہ: مخزونہ کتب خانہ مرتضوی۔ مکتوبہ، صفر ۱۲۵۷ھ / اپریل ۱۸۴۱ء۔
- دفترِ ماتم: جلد ۱۱، طبع اول مطبع دبدبۂ احمدی لکھنؤ۔

بند ۱: دفترِ ماتم کا متن اور قلمی نسخے کا مصرع بدل ۱:

اے مومنو زنداں کی طرف ہند رواں ہے

قلمی مرثیہ مصرع ۲ اور ۳ حاشیہ: دامن میں گل لختِ جگر لب پہ فغاں ہے

ہر چشم سے اک گنجِ دُرِ اشک عیاں ہے

حاشیہ قلمی مرثیہ مصرع ۵: یاں نذرِ حرم لختِ جگر لے کے چلی ہے

بین السطریں قلمی مرثیہ مصرع ۴　اور "رخصت" "قبا"

بند ۱۰: قلمی مرثیہ میں پہلا مصرع "تب ہند نے چادر میں چھپایا سرِ عریاں" قلم زد کر کے جو مصرع لکھا ہے وہی دفترِ ماتم میں چھپا ہے۔ نیز قلمی مرثیے کے حاشیے پر بیت بدل یہ لکھی ہے:

بولی لبِ حسرت سے یہ شب کون سی شب ہے　　روشن کئی خورشید، کیا قدرتِ رب ہے

دفترِ ماتم میں مندرجہ متن بیت بند نمبر ۴۲ میں بھی مکرر ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اس بند کے بعد سراپا لکھ کر مرثیے کو طویل بھی بنایا ہے۔ یہ اضافہ ہمارے قلمی مختصر مرثیے میں نہیں ہے۔ اس طرح بند ۱۱ سے ۳۲ تک نیز ۴۲ تک نیز ۳۴ دفترِ ماتم سے نقل ہے۔

بند ۱۱: مرزا صاحب نے سرِ انور امام حسین علیہ السلام کے خد و خال لکھ کر مرثیہ کے سراپا ایک جدت دکھائی ہے، کٹے ہوئے سر کی صورت نگاری اور کہیں نظر نہیں آتی۔

بند ۳۶: قلمی مرثیہ چھٹا مصرع متن میں ہے:

"سو باچھوں سے بہہ بہہ کے گلے پر وہ بہا ہے"

اور حاشیہ پر متبادل مصرع ہے: "باچھوں میں بھی اور تھنے گلے پر وہ بہا ہے"